اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ اللّٰہِ وَکَانُوْا عَلَیْہِ شُھَدَآءَ (المآئدہ:44)

وقال رسول اللہ ﷺ

اَلْعِلْمُ نُوْرٌ

او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۔وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

علم ایک نور ہے:

علم ایک نور ہے جو ہدایت کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ انبیائے کرام یہ نور لے کر دنیا میں تشریف لائے اورانہوں نے لوگوں میں اسے تقسیم کیا۔ان کی صحبت میں بیٹھنے والوں نے یہ علمی فیض پایا اور پھراس کو آگے لوگوں تک پہنچایا۔ انبیائے کرام کی یہ علمی میراث چلتے چلتے آج بھی ان مدارس کے ذریعے سے امت کو پہنچ رہی ہے۔ معلمین حضرات پڑھاتے ہیں اور طلباء پڑھتے ہیں۔ان کا پورا سال اسی تعلیم وتعلم میں گزرتا ہے۔

سال کی ابتدا میں افتتاح بخاری کے نام سے ایک تقریب ہوتی ہے تاکہ متعلّقین ومتوسلین اور ادارے کے ساتھ محبّت کا تعلّق رکھنے والے سب لوگ اکٹھے ہوں اور اپنی دعاؤں سے تعلیمی سال کا آغاز کریں۔

طالب علم کی شان:

یہ طے شدہ بات ہے کہ اللہ رب العزت جس آدمی کو علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا چنا ہوا بندہ ہوتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر:32) پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جو ہمارے چنے ہوئے بندے تھے۔

یہ طلبا جو اس وقت بخاری شریف پڑھنا چاہ رہے ہیں یا وہ طلبا جو دوسرے درجات میں پڑھ رہے ہیں، یہ سب کے سب ایک خاص مقصد کے تحت زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ رب العزت کے ہاں ان کا بڑا مقام ہے۔ یہ وہ دولت حاصل کر رہے ہیں جو اللہ رب العزت نے اپنے انبیائے کرام کے ذریعے سے لوگوں تک پہنچائی۔ یہ سچوں کی نسبت ہے اور اس کے حاصل کرنے والے بھی سچے بن جاتے ہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر نیک نیت ہو تو طالب علم سے افضل کوئی نہیں ہوتا...... بعض روایات میں ہے کہ جب اللہ رب العزت کسی عام بندے سے خوش ہوتے ہیں تو اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں اور جب طالب علم سے خوش ہوتے ہیں تو اس کے لئے جنت میں ایک شہر آباد فرما دیتے ہیں...... فرشتے بھی طلبا سے محبّت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب وہ علم حاصل کرنے کے لئے چلتے ہیں تو وہ ان کے پاؤں کے نیچے اپنے پر بچھاتے ہیں۔

حقیقی طالب علم کون؟

طالب علم اس نوجوان اور اس بوڑھے کو کہتے ہیں جس کے اندر اس نور نسبت کو حاصل کرنے کی پیاس موجود ہو۔ آپ نے اسفنج کو دیکھا ہوگا۔ جب بھی آپ اس کو پانی میں ڈالیں تو وہ پورے پانی کو چوس لیتا ہے اور اس کی نس نس میں پانی پہنچ جاتا ہے۔ علم چوس انسان کو طالب علم کہتے ہیں۔ وہ اپنے اساتذہ کی خدمت میں اس طرح بیٹھتا ہے کہ جو لفظ ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ اس کی یادداشت کا حصہ بنتا چلا جاتا ہے۔ جیسے پیاسا انسان گرمی کے موسم میں کتنی رغبت اور طلب کے ساتھ ٹھنڈا پانی پیتا ہے، طالب علم

اس سے زیادہ رغبت اور طلب کے ساتھ اپنے استاد کی باتوں کو سنتا ہے۔ یہ مارے باندھے کا کام نہیں ہے۔ پنجابی میں کہتے ہیں ’’خوشی دیاں ونگاں‘‘۔ یہ تو خوشی کی بات ہے۔

شمع علم کے گرد پروانوں کا جھرمٹ:

اس نعمت کو حاصل کرنے کے لئے انسان دن رات ایک کر دیتا ہے۔ اس لئے طالب علم کی نظر میں دن اور رات کا فرق ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ حضرت مدنیؒ جن دنوں فرنگی کے خلاف تحریک چلا رہے تھے ان دنوں عوام الناس میں کام کرنا ہوتا تھا۔ لہٰذا آپ رات کو بڑی دیر کے بعد دارالعلوم میں واپس تشریف لاتے تھے۔ مگر طلبا ایسے تھے کہ انہوں نے دربان سے کہا ہوتا تھا کہ حضرت کا معمول ہے کہ وہ جب بھی تشریف لاتے ہیں وضو فرما کر مسجد میں نفل ادا کرتے ہیں، جیسے ہی وہ تشریف لائیں ہمیں جگا دینا۔ ادھر حضرت نفل پڑھ کر فارغ ہوتے اور حدیث پاک کی پوری کلاس آپ کے پیچھے کتابیں لے کر موجود ہوتی تھی۔ ان کے ہاں وقت کا تعین نہیں تھا۔ جب بھی شیخ تشریف لے آتے تھے طلباء اسی وقت پروانوں کی طرح شمع کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔

علمی پیاس کا لاجواب اظہار:

ایک مرتبہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو وقت کے حاکم نے قید کر دیا۔ چند دن گزرے تو ایک نوجوان حاکمِ وقت کے دربار میں آیا۔ وہ زاروقطار رو رہا تھا۔ جس نے بھی اس کے چہرے کو دیکھا اس نے اس کے چہرے پر علم کا نور محسوس کیا۔ اس کا چہرہ اس آیت کا مصداق تھا۔

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح:29) ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے چہروں پر سجدوں کے اثرات ہیں۔

وہاں جتنے بھی لوگ موجود تھے ان کا جی چاہا کہ یہ نوجوان جو سوال بھی لے کر آیا ہے پورا کر دیا جائے۔ حاکمِ وقت نے بھی اس کیفیت کو محسوس کیا۔اس نے کہا، اے نوجوان! تم کیوں روتے ہو؟ کوئی تکلیف ہے تو ہم دور کر دیں گے، اگر کچھ چاہتے ہو تو ہم تم کو پورا دے دیں گے۔ جب حاکمِ وقت نے یہ بات کہی تو اس نوجوان نے رو کر کہا کہ میں یہ درخواست لے کر آیا ہوں کہ آپ مجھے جیل بھیج دیجئے۔اب یہ عجیب سی بات تھی۔ لہٰذا حاکمِ وقت یہ سن کر بڑا حیران ہوا۔اس نے پوچھا، بھئی! آپ کو جیل کیوں بھیجیں؟ اس نے جواب دیا،

''جناب! آپ نے میرے استاد کو جیل میں بھیجا ہوا ہے جس کی وجہ سے کتنے ہی دنوں سے میرے سبق کا ناغہ ہو رہا ہے، اگر اب مجھے آپ جیل بھیجیں گے تو میں جیل کی مشقتیں اور صعوبتیں تو برداشت کر لوں گا مگر اپنے استاد سے سبق تو پڑھ لیا کروں گا۔''

علم کے متلاشی ایسے بھی تھے......!!!

شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں دارالعلوم میں حاضر ہوا تو اس وقت کلاس کے داخلے بند ہو چکے تھے۔ناظمِ تعلیمات نے انکار کر دیا کہ ہم آپ کو داخلہ نہیں دے سکتے۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ حضرت! آخر کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ ہمارے دارالعلوم میں مطبخ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی طباخ ہے بلکہ بستی والوں نے ایک ایک دو دو طالب علموں کا کھانا اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔اس لئے جتنے طلباء کا کھانا گھروں سے پک کر آتا ہے اتنے طالبعلموں کو داخلہ دیتے ہیں اور بقیہ سے معذرت کر لیتے ہیں، اب کوئی ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جو مزید ایک طالب علم کا کھانا پکانے کی استطاعت رکھتا ہو۔حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اگر کھانے کی ذمہ داری میری اپنی ہو تو کیا پڑھنے کے لئے آپ مجھے کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔انہوں نے فرمایا

ٹھیک ہے۔اس طرح ان کو مشروط داخلہ مل گیا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں سارا دن طلباء کے ساتھ بیٹھ کر پڑھتا رہتا۔رات کو تکرار کرتا اور جب طلباء سو جاتے تو میں اساتذہ کی اجازت کے ساتھ دارالعلوم سے باہر نکلتا۔بستی میں سبزی یا فروٹ کی دو دکانیں تھیں ۔اس وقت تو وہ دکانیں بند ہو چکی ہوتی تھیں ۔ میں ان کے سامنے جاتا تو مجھے کہیں سے آم کے چھلکے، کہیں سے خربوزے کے چھلکے اور کہیں سے کیلے کے چھلکے مل جاتے ، میں انہیں وہاں سے اٹھا کر لاتا اور دھو کر صاف کرتا اور پھر کھا لیتا۔میرے چوبیس گھنٹے کا یہ کھانا ہوتا تھا۔میں نے پورا سال اسی طرح چھلکے کھا کر گزارا مگر اپنا سبق قضا نہ ہونے دیا۔

یہ بھی طلباء تھے۔ان کی زندگیوں کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے جیسے کسی چیز کے لئے کوئی ترس رہا ہوتا ہے، یہ حضرات علم کے لئے ترس رہے ہوتے تھے۔اس لئے ان کی نظر میں استادوں کا درس سننا دنیا کی ہر چیز سے قیمتی ہوتا تھا۔ان کے ہاں ناغہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا الا ما شاﷲ۔یہ طلب ہے جو انسان کے سینے کو نور سے روشن کر دیتی ہے۔ چنانچہ ہمارے علماء نے طلب علم میں وہ وہ مجاہدے کئے اور دکھ اٹھائے کہ پوری دنیا کی تاریخ اس کی مثالیں پیش نہیں کر سکتی۔

علمی پیاس کی عمدہ دلیل:

ایک محدث فرماتے ہیں کہ مجھے ایک حدیث کا پتہ چلا کہ فلاں شخص کو یہ معلوم ہے۔وہ حدیث پاک مجھے بھی معلوم تھی مگر ان کی سند رفیع (اعلیٰ) تھی ۔ان کی روایت میں نبی علیہ السّلام کے تھوڑے واسطے تھے۔لہٰذا میں بھی اپنی اس سند کو بلند کرنے کے لئے نو سو میل سے زیادہ سفر کر کے ان کے ہاں پہنچا، ان سے حدیث پاک سنی اور اسی وقت سامانِ سفر لے کر واپس اپنے گھر آ گیا......ایک حدیث پاک کو سننے کے لئے کم وبیش ایک ہزار میل کا سفر کرنا ان کی علمی پیاس کی کتنی عمدہ دلیل ہے۔محدثین کرام حصول

حدیث کے لئے یوں لمبے علمی سفر کیا کرتے تھے۔

امام شافعیؒ کی درخواست:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ درس دیا کرتے تھے۔ وہاں سے چند میل کے فاصلے پر ایک اور بستی تھی۔ وہاں سے بھی لوگ ان کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! آپ ہمارے ہاں بھی درس دیا کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس وقت بہت کم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا، حضرت! ہم ایک سواری کا بندوبست کر دیتے ہیں، آپ درس دیتے ہی اس پر سوار ہوں اور ہماری بستی میں آئیں اور وہاں درس دے کر جلدی واپس آجائیں، اس طرح پیدل آنے جانے میں جو وقت لگے گا وہی درس میں لگ جائے گا۔ آپ نے قبول فرما لیا۔

جب آپ نے وہ درس دینا شروع کیا تو یہ وہ دن تھے جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی درخواست پیش کرتے ہوئے کہا، حضرت! میں نے بھی آپ سے یہ کتاب پڑھنی ہے۔ حضرت نے فرمایا، بھئی! اب کیسے وقت فارغ کریں گے، اب مجھے یہاں بھی درس دینا ہوتا ہے اور وہاں بھی درس دینا ہوتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا، حضرت! جب آپ یہاں درس دینے کے بعد سواری پر بیٹھ کر اگلی بستی کی طرف جائیں گے تو آپ سواری پر بیٹھے بیٹھے درس دے دیں میں سواری کے ساتھ دوڑتا بھی رہوں گا اور آپ سے علم بھی سیکھتا رہوں گا...... تاریخ انسانیت طلبِ علم کی اس سے اعلیٰ مثال پیش نہیں کر سکتی۔ یہ دینِ اسلام کا حسن و جمال ہے۔

علمی غیرت کا حیران کن واقعہ:

طلبِ علم کے راستے میں ہمارے اکابرین کو مجاہدے بھی کرنے پڑے۔ اس وقت کی مشقتیں اٹھانی پڑیں۔ یہ ہرگز نہیں تھا کہ ان کو سہولتیں میسر تھیں۔ مثال کے طور پر......

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ پڑھنے کے لئے ایک محدث کی خدمت میں پہنچے۔ فرماتے ہیں کہ ہم تینوں کے پاس گزر اوقات کے لئے ستو وغیرہ تھے۔ ہم اسی کو تھوڑا تھوڑا کر کے استعمال کرتے رہے۔ ہمارے سبق کے مکمّل ہونے میں ابھی تین دن باقی تھے کہ ہمارے پاس کھانے کی چیزیں ختم ہو گئیں۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ بھئی! دو آدمی تو استاد کا درس سننے کے لئے جایا کریں اور تیسرا مزدوری وغیرہ کر کے کھانے کا بندوبست کرے تاکہ بقیہ دنوں کے لئے کھانے کا کچھ انتظام ہو جائے۔ ایک ایک دن سب کو کام کرنا پڑے گا اور یوں تین دن گزر جائیں گے۔

فرماتے ہیں کہ باقی دو تو درس سننے کے لئے چلے گئے اور جس آدمی نے پہلے دن مزدوری کرنی تھی وہ مسجد میں چلا گیا۔ سوچنے لگا کہ مجھے مخلوق کی مزدوری کرنے سے کیا ملے گا، کیوں نہ اپنے مالک کی مزدوری کر لوں۔ بالواسطہ لینے کی بجائے بلاواسطہ کیوں نہ حاصل کروں۔ چنانچہ انہوں نے نفلیں پڑھنی شروع کر دیں۔ وہ نفلیں پڑھتے رہے اور دعائیں مانگتے رہے۔ وہ سارا دن مسجد میں گزار کر شام کو واپس آ گئے۔ باقی دوستوں نے پوچھا، بتاؤ بھئی! کچھ انتظام ہوا؟ کہنے لگے، جناب! میں نے سارا دن ایک ایسے مالک کی مزدوری کی ہے جو پورا پورا حساب چکاتا ہے۔ اس لئے وہ دے دے گا۔ وہ مطمئن ہو گئے۔

دوسرے دن دوسرے کی باری تھی۔ اپنی سوچ کے تحت انہوں نے بھی یہی راستہ اپنایا۔ وہ بھی مسجد میں سارا دن اللہ کی عبات کرتے رہے اور اللہ رب العزت سے دعا مانگتے رہے۔ شام کو دوستوں نے پوچھا، سنائیں! کوئی انتظام ہوا؟ کہنے لگے کہ میں نے ایک ایسے مالک کی مزدوری کی ہے جو کسی کا قرض نہیں رہنے دیتا بلکہ پورا پورا ادا کر دیتا ہے اور اس کا وعدہ ہے کہ تمہیں تمہارا اجر مل کر رہے گا۔

تیسرے دن تیسرے نے بھی یہی عمل کیا۔ اللہ کی شان کہ تیسرے دن کے بعد حاکمِ وقت رات کو سویا ہوا تھا۔ اس نے خواب میں ایک بہت بڑی بلا دیکھی اور اس بلا نے اپنا پنجہ اسے مارنے کے لئے اٹھایا اور کہا

’’سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے ساتھیوں کا خیال کرو۔‘‘

یہ منظر دیکھتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ہر طرف ہرکارے دوڑا دیئے اور کہا کہ پتہ کرو کہ سفیان کون ہے۔ اس نے ہر ایک کو درہم و دینار سے بھری تھیلیاں بھی دے دیں اور کہا کہ یہ تو اسی وقت ان کو دے دینا اور بعد میں جب مجھے اطلاع کرو گے تو میں خزانوں کے منہ کھول دوں گا۔ اُدھر تعلیم کا دن مکمّل ہوا اور اِدھر پولیس تلاش کرتے کرتے مسجد میں پہنچی۔ پولیس والوں نے پوچھا، جی یہاں سفیان نامی کوئی بندہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ وقت کے حاکم کو یہ خواب آیا ہے اور اس نے ہمیں بھیجا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب دو دروازے ہیں۔ ایک مالک کا دروازہ اور ایک حاکم وقت کا دروازہ۔ ہم نے جو علم پڑھا ہے اس میں تو یہی سیکھا ہے کہ ہم نے مالک سے لینا ہے۔ لہٰذا ہماری علمی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ ہم چل کر حاکمِ وقت کے دروازے کے پاس جائیں...... اللہ اکبر......!!! تین دن کے بھوکے تھے مگر حاکم وقت کے پاس جانا گوارا ہی نہ کیا بلکہ اسی حالت میں انہوں نے واپس اپنے وطن کا سفر مکمّل کیا۔

یہ وہ طلباء تھے جن کی نظر اللہ رب العزت کی ذات پر رہتی تھی اور وہ اس علم کو حاصل کرنے کے لئے مشقتیں برداشت کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے لئے مدد و نصرت بھی آتی تھی۔

تشنگانِ علم کی سیرابی:

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی ذمہ داروں میں سے ایک شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ ایک صوفی اور ذاکر شاغل بزرگ تھے۔ جب انہوں نیذ مہ داری سنبھالی تو ایک دن وہ دارالعلوم کے کنویں پر وضو کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت ایک طالب علم ان کے پاس آیا۔ اس کے پاس ایک پیالے

میں پتلی سی دال تھی۔اس نے وہ پیالہ حضرت کو دکھایا اور کہا، دیکھئے جی! آپ کی نگرانی میں دارالعلوم میں ایسا سالن پک رہا ہے جس سے وضو بھی جائز ہو جائے۔ یہ کہنے کے بعد پیالہ اس کے ہاتھ سے گرا اور الٹ گیا۔

وہ لڑکا تو بھاگ گیا لیکن جب اساتذہ کو اطلاع ملی تو اس پر بہت زیادہ شرمندہ ہوئے کہ ایک طالب علم کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اس نے ناظم صاحب کے سامنے ایسی حرکت کی۔اساتذہ ان کی بزرگی سے واقف تھے۔لہٰذا وہ آئے اور کہنے لگے، حضرت! آپ محسوس نہ کریں، ہم نادم و شرمندہ ہیں کہ ایک طالبعلم نے ایسا کیا ہے۔حضرت نے فرمایا، نہیں نہیں وہ تو طالب علم نہیں ہے۔اب استاد کہتے کہ وہ طالب علم ہے اور حضرت فرماتے کہ وہ طالب علم نہیں ہے۔کسی نے کہا کہ مطبخ سے پتہ کرلو، وہاں اس کا نام ہوگا۔جب وہاں سے پتہ کیا گیا تو واقعی وہاں بھی اس کا نام تھا اور وہ وہاں سے باقاعدہ کھانا لیا کرتا تھا۔یہ معلوم کر کے وہ پھر حضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے، حضرت! وہ طالب علم ہی ہے، اس کا نام مطبخ میں بھی لکھا ہوا ہے۔فرمانے لگے، نہیں، وہ طالب علم نہیں ہے۔پھر کسی نے کہا کہ کلاس کے استاد سے پتہ کرلو۔جب استاد سے پتہ کیا تو پتہ چلا کہ اس کا نام تو وہاں بھی تھا مگر وہ لڑکا پڑھنے نہیں آتا تھا بلکہ کسی طالب علم سے اس کا رابطہ تھا اور وہ طالب علم اس کی حاضری لگوا دیتا تھا، وہ صرف کھانا کھانے کے لئے مطبخ میں آتا تھا اور کھانا کھا کر واپس باہر چلا جاتا تھا۔

جب اساتذہ کو حقیقتِ حال کا پتہ چلا تو وہ سوچ میں پڑ گئے کہ شاہ صاحب تو کبھی کبھی آتے ہیں اور ہم ہر وقت یہاں ہوتے ہیں، ہمیں تو اس کی پہچان نہ ہوئی اور شاہ صاحب نے پہچان لیا۔ وہ اور زیادہ شرمندگی محسوس کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت سے معافی مانگی اور عرض کیا، حضرت! ہمیں یہ سمجھ نہیں آئی کہ آپ تو طلباء سے اتنا تعلّق بھی نہیں رکھتے۔پھر آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ طالب علم ہے یا نہیں؟

اس پر انہوں نے جواب دیا،

’’جب میں یہاں کا نگران بنا تو ایک دفعہ میں نے خواب میں نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو دیکھا کہ آپ ﷺ اسی کنویں کے اوپر کھڑے ہیں اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں پانی کا ڈول ہے۔ طالب علم لائن بنا کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ سب کے ڈول میں پانی بھرتے جاتے ہیں۔ میں نے اس وقت موجود تمام طلباء کو دیکھا لیکن اس کی شکل نہیں دیکھی تھی، اس طرح میں پہچان گیا کہ یہ دارالعلوم کا طالب علم نہیں ہے۔‘‘

پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب دارالعلوم کے تمام اساتذہ اور طلباء حتیٰ کہ کام کرنے والے دربان درجہ کے لوگ بھی صاحبِ نسبت یعنی اولیاء اللہ ہوا کرتے تھے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ وجہ یہ تھی کہ وہ طلبِ علم میں سچے تھے۔ ان کے دلوں میں علم حاصل کرنے کا اتنا جذبہ اور شوق ہوتا تھا کہ وہ دن رات اسی کام میں منہمک رہتے تھے۔

امام شافعیؒ امام مالکؒ کی خدمت میں:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اسلاف کے دل میں علم حاصل کرنے کی ایسی سچی تڑپ پیدا کر دی تھی کہ جب استاد کوئی بات کہہ دیتے تھے تو وہ اسی وقت اس بات کو اپنی یادداشت کا حصہ بنا لیا کرتے تھے...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک اونچے قد کے شخص نے بیٹھ کر کہنا شروع کر دیا۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تو میں سمجھ گیا کہ یہی وہ شخص ہیں کہ جن کو امام مالک کہتے ہیں۔ اس وقت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ طلباء کو املاء کروا رہے تھے۔ سب لوگ حدیث پاک کو سن کر

لکھ رہے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں چونکہ مسافر تھا اس لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ قریب ہی ایک تنکا پڑا تھا۔ میں نے وہ اٹھایا اور میں نے تنکے کے ساتھ اپنی ہتھیلی پر لکھنا شروع کر دیا تا کہ مجھے ان کے ساتھ مشابہت نصیب ہو جائے۔ کیونکہ من تشبه بقوم فهو منهم جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو انہیں میں شمار ہوتا ہے۔

جب اگلی نماز کا وقت ہوا تو امام صاحب نے درس حدیث موقوف کیا اور طلباء اٹھ کر نماز کی تیاری کرنے لگے۔ میں وہیں بیٹھا رہا۔ جب حضرت کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھے پاس بلا لیا اور پوچھا، بھئی! آپ یہ کیا کر رہے تھے؟ میں نے کہا کہ میں اپنی ہتھیلی پر حدیث لکھ رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا، مجھے دکھاؤ۔ میں نے کہا، حضرت! وہ قلم تو نہیں تھا، وہ تو ایک تنکا سا تھا۔ فرمایا، بھئی! یہ تو ادب کے خلاف ہے۔ میں نے کہا، حضرت! میں ظاہر میں تو ہتھیلی پر تنکا چلا رہا تھا مگر حقیقت میں اپنے دل میں یہ مضمون لکھ رہا تھا۔ حضرتؒ نے پوچھا، کیا مطلب؟ میں نے کہا، حضرت! آپ نے جو کچھ کہا وہ مجھے سب یاد ہے۔ حضرت نے فرمایا، میں نے ایک سو سے زیادہ حدیثیں املاء کروائی ہیں، ان میں سے اگر تم آدھی بھی سنا دو تو بڑی اعلیٰ بات ہے۔ فرمانے لگے کہ انہوں نے تو آدھی کہا مگر میں نے پہلے نمبر سے حدیث پاک سند اور متن کے ساتھ سنانی شروع کی، جتنی لکھوائی تھیں وہ سب کی سب زبانی یاد تھیں، لہٰذا میں نے ساری حدیثیں ان کو زبانی سنا دیں۔

امام بخاریؒ کا مجاہدہ:

جو حضرات محنت و مجاہدہ کے ساتھ طلب علم میں لگتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارشیں ہوتی ہیں اور انہیں اللہ رب العزت کی طرف سے قبولیت نصیب ہو جاتی ہے۔ ان حضرات نے علم کے حصول میں

ایسے مجاہدے کئے کہ انہوں نے اپنی ضروریات کو کم کر دیا تھا۔ آج تو بعض طلباء ایسے ہوتے ہیں جو اپنی خواہشات کو بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ امام بخاریؒ نے بیس سال تک یہ معمول رکھا کہ وہ چوبیس گھنٹوں میں مغز بادام کے سات دانے کھا لیتے تھے اور انہی پر ان کا پورا دن گزر جاتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے طلبِ حدیث میں کوفہ کے اتنے چکر لگائے کہ وہ میری گنتی سے بھی باہر ہو گئے۔ اب آج دیکھئے کہ ان کو اللہ رب العزت نے کیا شان عطا فرمائی کہ آج بخاری شریف کے افتتاح کی محفل ہے۔ وہ حضرات علم حاصل کرنے کے لئے تڑپ رہے ہوتے تھے جس کی وجہ سے اللہ رب العزت ان کو اتنی عظمت عطا فرمایا کرتے تھے۔

علماء کی استقامت کو سلام:

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ کے قرآن کی اور محبوب ﷺ کے فرمان کی حفاظت کی۔ یہ حفاظت دو طرح سے ہوتی ہے۔

(۱) یادداشت کے ذریعے سے

(۲) اپنی زندگی میں لاگو کرنے کے ذریعے سے

ان حضرات نے شریعت کے احکام کو عملی طور پر اپنے اوپر لاگو کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ (المآئدہ: 44) اور درویش اور علماء، اسلئے کہ وہ نگران ٹھہرائے گئے ہیں اللہ کی کتاب پر۔

رب والے، جن کو ہم اللہ والے کہتے ہیں۔ احبار، حبر کی جمع۔ علم والے۔ یعنی علماء اور صلحاء۔ ان کا فرض منصبی کیا ہے؟ یہ اللہ رب العزت کی کتاب کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوا گا کہ پل

کی حفاظت کرنے کے لئے پولیس ہوتی ہے۔جس طرح پولیس پل کی حفاظت کے لئے ڈیرے ڈالے ہوئے ہوتی ہے اسی طرح علماء قرآن مجید کی حفاظت کے لئے ایک ایک آیت پر ڈیرے ڈال لیتے ہیں۔ وہ کسی مفتری کو اس کے مضامین میں دخل اندازی کی اجازت نہیں دیتے۔اگر کوئی کوشش کرتا بھی ہے تو وہ حق اور باطل کو واضح کر دیتے ہیں۔یہ انکا فرض منصبی ہے۔

یہ چیز کب پیدا ہوتی ہے؟

جب وہ اس کتاب کو خود مضبوطی سے پکڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ (مریم:12) اے یحیٰ علیہ السّلام کتاب کو مضبوطی سے پکڑلو۔

اس کا کیا مطلب؟ کیا یہی مطلب ہے کہ ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑ لیجئے؟ نہیں بلکہ اس کا مطلب ہے کہ اس کی تعلیمات کو مضبوطی کے ساتھ اپنی زندگی کے ساتھ میں لاگو کر لیجئے۔ یہ تمسک بالکتاب ہے۔ تمسک بالکتاب والسنۃ فقط الفاظ پڑھنے سے نصیب نہیں ہوتا۔اسی لئے جس کا عمل نہ ہو اس کے بارے میں قرآن مجید نے کہا، كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (الجمعہ:5) جیسے مثال گدھے کی کہ پیٹ پر اٹھائے چلتا ہے کتابیں۔

تو جو علم نافع ہوتا ہے وہ ایسا علم ہوتا ہے جس پر انسان کا عمل ہوتا ہے۔اسی لئے مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علم وہ نور ہے جس کو حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل کئے بغیر چین نہیں آتا۔اس لئے ہمارے اکابرین کی زندگیوں کو دیکھیں تو وہ سب آپ کو اپنے علم پر عمل کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ان کی زندگیوں میں تقویٰ و پرہیز گاری، اخلاقِ حمیدہ اور تواضع و انکساری نظر آئے گی۔

عزیز طلباء! یہ اہل حق کا ایک قافلہ ہے۔اس قافلے کے سرخیل امام انبیائے کرام تھے۔وہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے تھے۔ان کے بعد ان کے صحبت یافتہ اور پھران کے بعد ان کے صحبت یافتہ علماء و صلحاء۔ یہ ایک قافلہ ہے جو اللہ رب العزت کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی گزار کے اس جہان سے اگلے جہان کی طرف جا رہا ہے۔ بہت سے لوگ دنیا میں آئے اور اپنی اخلاص بھری زندگی گزار کر چلے گئے۔آج بھی ان مدارس میں ایسے طلباء اور علماء موجود ہیں جو فقط اللہ کی رضا کے لئے اپنی زندگیاں اس دین کی خدمت کے لئے وقف کر چکے ہیں۔چنانچہ ہمارے اکابرین میں سے کسی نے تیس سال، کسی نے پینتیس سال اور کسی نے چالیس سال تک حدیث پڑھائی۔انہوں نے چٹائیوں پر بیٹھنا گوارا کیا اور جو روکھی سوکھی ملی اس کو کھا کر صبر شکر کر لیا۔انہوں نے کبھی بھی حاکمِ وقت کی طرف نظر نہیں اٹھائی بلکہ انہوں نے یہ اللہ رب العزت کا احسان مانا اور انہی مدارس میں رہ کر حفاظت کتاب کو اپنا فرضِ منصبی سمجھا اور اس کی حفاظت کر کے دکھائی۔ان حضرات کو اللہ رب العزت نے فضل اور کمال عطا کیا تھا۔ میں سلام کرتا ہوں ان علماء کی استقامت کو کہ جنہوں نے زندگی میں پیش آنے والی یہ مشقتیں برداشت تو کیں مگر حکومت کے دروازے دیکھنے کی بجائے اپنے رب کے دروازے کو دیکھا اور اسی پر اپنی نظریں جمائے رکھیں۔

یہ کون لوگ تھے؟......

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ (الاعراف:170) اور وہ لوگ جو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں کتاب کو۔

انہوں نے جانیں تو دے دیں مگر کتاب وسنت کے خلاف عمل نہ کیا۔اگر ان کی داستانیں پڑھنی ہوں تو

تاریخ علمائے دیوبند پڑھ لیجئے۔ اس کے اوراق گواہی دے رہے ہیں کہ ان حضرات نے حفاظتِ دین کی خاطر کتنی قربانیاں دیں۔

طلبِ علم میں ایک شہزادے کا مجاہدہ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ یہ عاجز اس کو اپنے الفاظ میں بیان کرے گا۔

ہارون الرشید کا ایک بیٹا تھا۔ وہ ابتدائے جوانی سے ہی بڑا نیکوکار اور پرہیزگار تھا۔ اس کے دل میں آخرت کی تیاری کا غم لگ گیا تھا۔ وہ محل میں رہتے ہوئے بھی سادہ کپڑے پہنتا اور دسترخوان پر خشک روٹی بھگو کر کھا لیتا تھا۔ اس کو دنیا کی رنگینیوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ گویا وہ ایک درویش آدمی تھا۔ اب لوگ باتیں بناتے کہ یہ پاگل ہو گیا ہے۔

ایک دن بادشاہ کو کچھ لوگوں نے بہت ہی زیادہ غصہ دلا دیا کہ آپ اس کا خیال نہیں کرتے اور اس کو سمجھاتے نہیں لہٰذا آپ اس پر ذرا سختی کریں یہ سیدھا ہو جائے گا۔ اس نے بچے کو بلا کر کہا کہ تمہاری وجہ سے مجھے اپنے دوستوں میں ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔ اس نے کہا، ابا جان! اگر میری وجہ سے آپ کو ذلت اٹھانی پڑتی ہے تو مجھے آپ اجازت دے دیجئے، میں علم حاصل کرنے کے لئے پہلے بھی کہیں جانا ہی چاہ رہا تھا، اگر آپ اجازت دیں تو میں وہاں چلا جاتا ہوں۔ بادشاہ نے غصے میں آ کر کہہ دیا کہ چلے جاؤ۔ چنانچہ اس نے تیاری کر لی۔

اب بادشاہ نے اپنی بیوی کو بتایا لیکن اس وقت پانی سر سے گزر چکا تھا۔ چنانچہ بچے نے کہا کہ اب تو میں نیت کر چکا ہوں لہٰذا اب نہیں رکوں گا۔ جب اس کی والدہ نے اس کا پختہ ارادہ دیکھا تو اس نے اسے ایک قرآن مجید دے دیا اور ایک انگوٹھی دے دی اور کہا، بیٹا! یہ دو چیزیں اپنے پاس رکھنا، قرآن مجید کی

تلاوت کرنا اور اگر تمہیں ضرورت پڑے تو انگوٹھی کو استعمال میں لے آنا۔ بچے نے وہ دونوں چیزیں اپنی والدہ سے لے لیں اور رخصت ہو گیا۔

وہ نوجوان اتنا خوب صورت تھا کہ لوگ اس کے چہرے کو دیکھا کرتے تھے۔اس کے سامنے دنیا کی سب نعمتیں موجود تھیں۔

......اگر وہ چاہتا تو عیاشی میں اپنا وقت گزارتا

......اگر وہ چاہتا تو محلات کی سہولت بھری زندگی گزارتا

مگر نہیں،

......اس کے دل میں اللہ رب العزت کی محبّت تھی

......اس کے دل میں آخرت کا خوف تھا

......اس کے دل میں علم طلب کرنے کا شوق تھا

اس نے کہا، مجھے اس دنیاوی زندگی کی لذتیں نہیں لینی، مجھے تو دائمی لذتیں حاصل کرنی ہیں۔لہٰذا وہ اپنے محل کو چھوڑ کر چل پڑا۔ یوں وقت کے شہزادوں نے علم طلب کرنے کے لئے محلات کی زندگی کو بھی لات ماردی۔اب اگر ان طلباء میں سے کوئی کسی امیر باپ کا بیٹا ہو تو وہ اس بات پر مان نہ کرے کہ میں اتنے بڑے گھر کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ارے! اس راستے پر تو وقت شہزادے بھی چٹائیوں پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی منت شناس ازد کہ بخدمت گزاشت

اے دوست! تو بادشاہ پر احسان نہ جتلا کہ تو اس کی خدمت کرتا ہے، اس کی خدمت کرنے والے لاکھوں ہیں، یہ بادشاہ کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے خدمت کرنے کے لئے قبول کرلیا۔

وہ محلات کو چھوڑ کر دور ایک ایسی بستی میں پہنچا جہاں علماء رہتے تھے۔اس نے نیت یہ کی کہ میں مسجد میں

اعتکاف کی نیت سے وقت گزاروں گا، صرف پڑھنے کے لئے استاد کی خدمت میں جاؤں گا اور ان پر بوجھ نہیں بنوں گا...... اس نے گزر اوقات کے لئے یہ ترتیب بنائی کہ میں ہفتے میں ایک دن مزدوری کروں گا اور اس کے بدلے میں اتنے پیسے لوں گا جن سے چھ روٹیاں مل سکیں، میں روزانہ ایک روٹی پانی سے چبا لیا کروں گا اور یوں میرے چوبیس گھنٹے گزر جائیں گے، چھ دن کے بعد میں ساتویں دن پھر مزدوری کر لوں گا...... چنانچہ وہ چھ دن استادوں کے پاس جا کر سبق پڑھتا تھا، ساتویں دن چھٹی ہوتی تھی، وہ اس دن مزدوری کر کے اپنے چھ دن کے کھانے کا انتظام کر لیتا تھا۔

ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے گھر بنانا تھا۔ میں مزدور کو لینے کے لئے مزدوروں کی جگہ پر پہنچا۔ میں نے وہاں ایک خوبصورت نوجوان کو بیٹھے دیکھا۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب میں نے اس کے چہرے کو دیکھا تو دل میں کہا،

مَا هٰذَا بَشَرًا ط اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یوسف:31) یہ کوئی آدمی نہیں یہ تو کوئی فرشتہ ہے۔

وہ مزدور نہیں نظر آتا تھا بلکہ وہ دیکھنے سے اشراف کا بیٹا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا، اے نوجوان! کیا آپ بھی یہاں مزدوری کرنے کے لئے آئے ہیں؟ اس نے جواب میں کہا، چچا جان! ہم تو دنیا میں پیدا ہی مزدوری کے لئے ہوئے ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىْ كَبَدٍ (البلد:4) تحقیق ہم نے انسان کو مشقّت کے لئے پیدا کیا ہے۔

میں نے کہا، مزدوری کرو گے؟ وہ کہنے لگا، جی کروں گا۔ مگر میری دو شرائط ہوں گی۔ میں نے پوچھا، کون سی؟ وہ کہنے لگا، چچا جان! میں آپ سے پورے دن کی اتنی مزدوری لوں گا۔ نہ اس سے زیادہ لوں گا اور نہ اس سے کم لوں گا...... یہ وہ مقدار تھی جس سے چھ روٹیاں آجاتی تھیں...... میں نے کہا، ٹھیک ہے، اب

دوسری شرط بتائیے۔ وہ کہنے لگا، چچا جان! جب بھی نماز کا وقت ہوگا تو آپ مجھے کچھ نہیں کہیں گے میں تسلّی سے نماز پڑھوں گا۔ وہ میرے مالک سے ملاقات کا وقت ہے، میں اس وقت disturbance (مداخلت) برداشت نہیں کرتا...... اگر یہ شرطیں آپ کو منظور ہیں تو میں مزدوری کے لئے حاضر ہوں۔

وہ کہنے لگا کہ میں اسے لے آیا۔ شام کو دیکھا تو اس اکیلے نے کئی آدمیوں کے برابر کام کیا تھا۔ میں بڑا حیران ہوا، میں نے اس کا کام دیکھ کر اس کو زیادہ مزدوری دینا چاہی۔ مگر اس نے کہا، چچا جان! میں نے کہا نہیں تھا کہ میں زیادہ بھی نہیں لوں گا اور کم بھی نہیں لوں گا۔ چنانچہ اس نے طے شدہ مزدوری لی اور چلا گیا۔ میں نے نیت کر لی کہ اگلے دن اسی کو لاؤں گا۔

جب میں اگلے دن پہنچا تو وہ مزدوروں کی جگہ پر نہ ملا۔ میں نے وہاں پر موجود مزدوروں سے پوچھا کہ وہ تلاوت کرنے والا مزدور کہاں ہے؟ انہوں نے کہا، جناب! وہ تو طالب علم ہے، وہ قرآن وحدیث پڑھتا ہے، ہفتے میں ایک دن اساتذہ چھٹی کرتے ہیں، اس دن وہ مزدوری کر کے اپنے چھ دنوں کے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے کیونکہ وہ مسجد میں اعتکاف کی نیت سے رہتا ہے، وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ میں نے کہا، اچھا! میں ایک ہفتہ انتظار کر لیتا ہوں۔

جب میں اگلے ہفتے اسی دن پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ نوجوان پھر بیٹھا ہوا تھا۔ کہنے لگے کہ میں اسے اپنے گھر لے آیا مگر میں نے نیت کی کہ میں دیکھوں گا کہ اس نوجوان کے پاس کیا ہنر ہے کہ جس کی وجہ سے یہ تھوڑے وقت میں زیادہ آدمیوں کے برابر کام کر لیتا ہے۔ چنانچہ میں نے چھپ کر دیکھا تو ایک عجیب منظر تھا۔ لوگوں کو تو ایک ایک اینٹ رکھنے میں وقت لگتا ہے...... اینٹ رکھو، پھر سیدھا کرو اور پھر جماؤ...... اس کو میں نے دیکھا کہ وہ گارا ڈال کر اینٹ رکھتا جاتا اور وہ بالکل سیدھی چڑھ جاتی تھی۔ میں نے کہا کہ اس بندے کے ساتھ واقعی اللہ کی مدد ہے لہٰذا اب میں اپنا مکان اسی سے بنواؤں گا۔

فرماتے ہیں کہ جب اگلے ہفتے میں اسے لینے گیا تو اس کو پھر موجود نہ پایا، میں نے مزدوروں سے پوچھا، بھئی! وہ مزدور کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا، جناب! وہ بیمار ہے اور وہ مسجد میں ہی لیٹا ہوا ہے۔ میں مسجد میں چلا گیا، میں نے دیکھا کہ وہ سر کے نیچے اینٹ رکھ کر چٹائی کے اوپر لیٹا ہوا ہے اور اسے اتنا شدید بخار ہے کہ اس کی شدت کی وجہ سے اس کا جسم سرخ اور گرم ہے۔ میں اسکے پاس بیٹھ گیا اور میں نے محبّت سے اس کے سر کے نیچے سے اینٹ ہٹا دی اور اس کے سر کو اپنی گود میں ڈال دیا۔اس کے بعد میں نے اس سے کہنا شروع کر دیا، اے نوجوان! تو مجھے پیغام بھیج دیتا، میں تیرے لئے دوائی کا بندوبست کر دیتا۔ جب میں نے یہ کہا تو اس نے جواب دیا، چچا جان! جس طبیب نے شفا دینی تھی اسی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔ میں اسکا یہ جواب سن کر حیران ہوا۔ پھر میں نے کہا، ہم آپ کے لئے اچھے ٹھکانے کا بندوبست کرتے ہیں۔اس نے کہا، نہیں، میں وہ مسافر ہوں کہ جس کی منزل قریب ہے مگر میرے پاس توشہ تھوڑا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا، آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ کہنے لگا، چچا جان! میرا وجدان بتاتا ہے کہ میرا وقت تھوڑا رہ گیا ہے، اب میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ میرے پاس ایک امانت ہے وہ آپ میرے بعد پہنچا دیجئے گا۔ میں نے پوچھا، کون سی؟ کہنے لگا، یہ قرآن مجید ہے اور یہ انگوٹھی ہے۔ یہ وقت کے بادشاہ کو دے دینا۔اس کے بعد اس نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنی شروع کر دی۔ وہ مناجات میں کہنے لگا،

''اے مالک تو جانتا ہے کہ میں نے محلات کے عیش و آرام کی زندگی پر لات ماری اور میں تیری طلب میں اس جگہ پر حاضر ہوا، میں نے تیری خاطر یہ مشقتیں برداشت کیں، اب تیرے دربار میں میری حاضری کا وقت ہے، میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں تو بھی مجھے رد نہ کر دے، تیرے در کے سوا میرے لئے تو کوئی دوسرا در نہیں، اے مالک! میرے اوپر رحم فرمانا، میں وہ مسافر ہوں جس کا سفر لمبا اور

اس کے پاس توشہ تھوڑا ہے۔‘‘

اس نے ایسی ایسی باتیں کیں کہ میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔اسی دوران اس نے کلمہ پڑھا اور اس نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی......وہ کہنے لگے کہ تب مجھے پتہ چلا کہ جس شہزادے کی باتیں ہوتی تھیں، یہ وہی شہزادہ تھا اور علم حاصل کرنے کے لئے اتنی مشقتیں برداشت کر رہا تھا......اللہ اکبر!!!

وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس نوجوان شہزادے کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا اور پھر میں ہارون الرشید کے پاس گیا۔اس وقت اس کی سواری گزر رہی تھی۔ میں نے اسے کہا، اے امیر المومنین! آپ کو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے قرابت داری کا واسطہ آپ میری ایک بات سن لیجئے۔اس نے سواری روکی تو میں نے اسے قرآن مجید اور انگوٹھی دکھا دی۔ دیکھتے ہی اس کے چہرے کا رنگ متغیّر ہو گیا۔پھر اس نے کہا، اچھا محل میں آجاؤ۔جب میں اس کے پاس محل میں پہنچا تو وہ کہنے لگا، اے اجنبی! مجھے لگتا ہے کہ تو میرے لئے کوئی غم کی خبر لایا ہے، بتا میرے بیٹے کے ساتھ کیا ہوا؟

میں نے اسے تفصیلی واقعہ سنایا کہ وہ چھ دن علم حاصل کرتا تھا اور ساتویں دن مزدوری کرتا تھا، وہ مشقّت تو اٹھاتا تھا مگر کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا تھا، اور اس حال میں کہ مسجد میں چٹائی اس کے نیچے تھی اور اینٹ کا سرہانا بنایا ہوا تھا، اس نے کلمہ پڑھا اور اللہ کے حضور پہنچ گیا۔

جب ہارون الرشید نے یہ باتیں سنیں تو اس کی آنکھوں سے آنسو آگئے اور وہ کہنے لگا، میرے بیٹے! تو عمر میں چھوٹا تھا لیکن تو نے وہ بات سمجھ لی جو تیرے بوڑھے باپ کو سمجھ نہ آسکی۔

یہی وہ لوگ تھے جن کو قیامت کے دن اس کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والا کہہ کر اٹھایا جائے گا......یہی وہ لوگ ہیں جن کی زندگی گواہی دیتی تھی کہ واقعی ان کے دل میں سچی طلب تھی......درحقیقت طالب علم وہی ہوتے ہیں جو دلوں میں یہ عہد کر چکے ہوتے ہیں کہ اب ہم نے اپنی زندگی قال اللہ اور قال الرسول

کے لئے وقف کردی ہے۔ان کو اس سے کیا غرض کہ ہمیں کھانے کو کیا ملتا ہے، رہنے کی جگہ کہاں ملتی ہے، بلکہ ان کے نزدیک یہ چیزیں عارضی بن جاتی ہیں اور مقصد اصلی بن جاتا ہے۔ان کے نزدیک اصل چیز علم حاصل کرنا ہے۔ یہ حضرات دن رات چوبیس گھنٹے مستعد اور تیار ہوتے ہیں۔

عزیز طلباء! جو آج بخاری شریف کی ابتدا کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ یہ آپ کی تعلیم کا عمومی طور پر آخری سال کہا جاتا ہے، اب اس سال میں ان اکابر کی مثالوں کو سامنے رکھیں اور اسی شوق اور جذبے کے ساتھ علم حاصل کریں اور اس پر عمل کرتے رہیں ، پھر دیکھیں کہ اللہ رب العزت کی رحمتیں اور برکتیں کیسے اترتی ہیں ۔ رب کریم ہمیں بھی ان طلباء کی برکتوں کے صدقے اپنی رحمتوں سے نوازے اور ہمارے سینوں کو علم کے نور سے منور فرمائے۔

اللہ کے ولی طلباء کی خدمت میں......!!!

ان طلباء کا اللہ رب العزت کے ہاں بڑا مقام ہوتا ہے......حضرت خواجہ باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد ہیں ان کی ایک بات ابھی ذہن میں آتی ہے، وہ اس مضمون سے ہی متعلّق ہے اس لئے وہ بھی آپ حضرات کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں۔

ایک مرتبہ خواجہ باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہی کسی مرید نے کہا کہ جی ہمارے شیخ تو ایسے ہیں کہ جن کو اللہ نے ایسے ایسے مریدین عطا کیے اور یہ یہ مقامات عطا کیے، اور حضرت اس پر خاموش رہے۔اب اتنی خاموشی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اوپر آزمائش آگئی۔

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ عام نیکوں کی نیکیاں مقربین کے حق میں سیئات کا درجہ رکھتی ہیں۔

جی ہاں! جب بڑوں کے ساتھ گہرا تعلّق ہوتا ہے تو پھر اللہ رب العزت کے ناز بھی زیادہ ہوتے ہیں......

جی ہاں! یہ بھی خود پسندی میں شامل ہے کہ دوسرے نے تعریف کی اور آپ خاموش رہے، اسے روکا کیوں نہیں؟...... چنانچہ آزمائش کے طور پر ان پر قبض کی کیفیت آگئی۔

سب کیفیات ختم ہوگئیں۔ جس کی وجہ سے آپ کئی دن روتے رہے۔ آپ نے اللہ رب العزت سے دعا مانگی کہ اے میرے مالک! میری کس غلطی کی وجہ سے یہ کیفیتیں بند ہوگئیں، آپ مجھ پر واضح فرما دیجئے۔ بالآخر آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ یہ اس وجہ سے کیفیت پیش آئی ہے اور اب اس کا حل یہ ہے کہ آپ کے قریب ایک مدرسہ میں چھوٹے چھوٹے بچے اللہ کا قرآن پڑھتے ہیں، آپ جائیں اور ان طلباء سے دعا کروائیں، ان کی دعا کی برکت سے وہ چیزیں پھر آپ کو نصیب ہو جائیں گی۔

چنانچہ آپ صبح اٹھے اور اس مدرسے میں گئے۔ جب خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو ادب کی وجہ سے استاد بھی کھڑے ہوگئے اور شاگرد بھی کھڑے ہوگئے کہ خواجہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ خواجہ صاحب کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمانے لگے کہ آپ مجھے اللہ کا بڑا ولی سمجھ کر کھڑے ہو رہے ہو اور میری حالت یہ ہے کہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ میں دعا کروانے کے لئے آپ حضرات کے پاس جاؤں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ حضرات کا بڑا مقام ہے۔

اس کے بعد چھوٹے چھوٹے بچوں نے مل کر دعا کی اور اللہ رب العزت نے خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ کیفیات پھر واپس کر دیں......اللہ اکبر

پروردگار عالم آج کی اس محفل میں ہماری حاضری قبول فرمالے اور ہمیں بھی اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمالے۔

کون مقبول ہے کون مردود ہے بے خبر! کیا خبر تجھ کو کیا کون ہے

جب تلیں کے عمل سب کے میزان پر تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے

اس وقت تک ہمیں علم کو حاصل کرنے کی کوششیں کرنی ہیں اور اپنے رب کو منانا ہے۔ پروردگار ہماری ان کوششوں کو قبول فرمالے۔ (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یا تیرا تذکرہ کرے ہر شخص یا کوئی ہم سے گفتگو نہ کرے
دیکھ لے جلوہ تیرا جو اک بار غیر کی پھر وہ آرزو نہ کرے
تیری چوکھٹ سے مانگنے والا شکوے دنیا کے روبرو نہ کرے
پڑھ کے یدعو کا لفظ مؤمن کیسے جنت کی آرزو نہ کرے
عشق نبوی ﷺ ہے جس کا سرمایہ اتباع کیسے ہوبہو نہ کرے
رات دن نعمتیں جو پائے فقیر تذکرے کیوں وہ چار سو نہ کر